AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

عربی زبان کی بقا اور ارتقاء میں قرآن کریم کا کلیدی کردار (تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)

ڈاکٹر محمد فیض الابرار،

(اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی جامعہ کراچی)

ڈاکٹر حافظ فضل الرحمن،

(وزٹنگ فیکلٹی این ای ڈی یونی ورسٹی، جامعہ کراچی، سرسید انجنیئرنگ یونی ورسٹی)

ڈاکٹر حبیب الرحمن یزدانی

(لیکچرار چکوال یونی ورسٹی چکوال)

Abstract

This article examines the role of the Qur'an in the preservation and greatness of the Arabic language. The Qur'an, revealed in Arabic, has played a fundamental role in preserving its vocabulary, grammar, eloquence, and literary style. Its recitation, memorization, and worldwide teaching have contributed significantly to the continuity and global spread of Arabic. Moreover, the need to understand the Qur'anic text led to the development of various linguistic sciences, including grammar, morphology, lexicography, and rhetoric. The study concludes that the Qur'an is a major source of the preservation, development, and enduring significance of the Arabic language.

Keywords: Arabic Language, Qur'an, Preservation, Arabic Literature, Eloquence, Linguistic Sciences.

تمہید

عربی لغت کی تاریخ اور اس کے ارتقاء کا بنظرِ غائر مطالعہ اس حقیقت کو مبرہن کرتا ہے کہ اس کی بقا، صیانت، تحفظ اور عالمگیر عظمت کی مرکزی اور بنیادی ضامن کتابِ الٰہی یعنی قرآنِ کریم ہے۔ نزولِ قرآن سے قبل عربی ایک فصیح مگر محدود خطے اور قبائلی لسانیات تک محدود تھی، جس کا تمام تر انحصار زبانی روایات اور شاعری پر تھا۔ تاہم، قرآنِ کریم نے اپنے اعجازِ بیان اور الٰہی فصاحت وبلاغت کی وساطت نہ صرف عربی زبان کو لازوال استحکام عطا کیا، بلکہ اسے نحو، صرف، بلاغت اور لغت کے ایسے مستحکم اور پائیدار اصولوں میں ڈھال دیا جس نے اسے تحریف اور زوال سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ قرآن کریم ہی کی وساطت عربی ایک مقامی بولی سے ارتقا پا کر ایک عالمگیر علمی، تہذیبی اور روحانی زبان بنی۔ حاصل کلام یہ کہ عربی زبان کی بقا اور اس کی آفاقی عظمت دراصل قرآنِ مجید کا وہ زندہ معجزہ ہے جو قرونِ وسطیٰ سے لے کر دورِ حاضر تک اسی تابندگی کے ساتھ قائم ودائم ہے۔

عربی زبان پر قرآنِ کریم کے بنیادی و مرکزی اثرات

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے الہامی کلام کے لیے دنیا کی بلیغ و فصیح ترین زبان کا انتخاب فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا (1)

"ہم نے اسے عربی قرآن بنایا ہے۔"

ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا:

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ (2)

"اسے امانت دار فرشتہ (جبریلؑ) آپ کے قلبِ اطہر پر لے کر نازل ہوا تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں، صاف اور واضح عربی زبان میں۔"

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مزید فرمایا:

قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (3)

"یہ قرآن عربی ہے، جس میں کوئی کجی نہیں، تاکہ وہ پرہیز گار بن جائیں۔"

علمی و تاریخی اعتبار سے راجح قول یہ ہے کہ عربی زبان دنیا کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک ہے، جس کی تائید جدید لسانیاتی تحقیقات بھی کرتی ہیں۔ یہی وہ زبان ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ نیز، یہ اہلِ جنت کی زبان بھی ہے، جیسا کہ مستدرک حاکم کی اس حدیث میں صراحت ہے:

أَحِبُّوا العَرَبَ لِثَلاثٍ: لأَنِّي عَرَبِيٌّ، والقُرآنَ عَرَبِيٌّ، وكَلامُ أَهْلِ الجَنَّةِ عَرَبِيٌّ (4)

"عربوں سے تین وجوہات کی بناپر محبت کرو: ایک یہ کہ میں عربی ہوں، دوسرا یہ کہ قرآن عربی ہے، اور تیسرا یہ کہ اہلِ جنت کی زبان عربی ہو گی۔"

معروف عالمِ دین امام ثعالبیؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "فقه اللغة وسرّ العربية" کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

مَنْ أَحَبَّ اللَّهَ تَعَالَى، أَحَبَّ رَسُولَهُ مُحَمَّدًا، وَمَنْ أَحَبَّ الرَّسُولَ العَرَبِيَّ أَحَبَّ العَرَبَ، وَمَنْ أَحَبَّ العَرَبَ أَحَبَّ العَرَبِيَّةَ، وَمَنْ أَحَبَّ العَرَبِيَّةَ عُنِيَ بِهَا، وَثَابَرَ عَلَيْهَا، وَصَرَفَ هِمَّتَهُ إِلَيْهَا، وَمَنْ هَدَاهُ اللَّهُ لِلْإِسْلَامِ، وَشَرَحَ صَدْرَهُ لِلْإِيمَانِ، وَآتَاهُ حُسْنَ سَرِيرَةٍ فِيهِ، وَاعْتَقَدَ أَنَّ مُحَمَّدًا خَيْرُ الرُّسُلِ، وَالعَرَبَ خَيْرُ الأُمَمِ، وَالعَرَبِيَّةَ خَيْرُ اللُّغَاتِ وَالأَلْسِنَةِ، وَالإِقْبَالُ عَلَى تَفَهُّمِهَا مِنَ الدِّيَانَةِ، إِذْ هِيَ أَدَاةُ العِلْمِ، وَمِفْتَاحُ التَّفَقُّهِ فِي الدِّينِ، وَسَبَبُ إِصْلَاحِ المَعَاشِ وَالمَعَادِ، وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِي الإِحَاطَةِ بِخَصَائِصِهَا، وَالوُقُوفِ عَلَى مَجَارِيهَا وَمَصَارِفِهَا، وَالتَّبَحُّرِ فِي جَلَائِلِهَا وَدَقَائِقِهَا، إِلَّا قُوَّةُ اليَقِينِ فِي مَعْرِفَةِ إِعْجَازِ القُرْآنِ، وَزِيَادَةُ البَصِيرَةِ فِي إِثْبَاتِ النُّبُوَّةِ الَّتِي هِيَ عُمْدَةُ الإِيمَانِ، لَكَفَى بِهَا فَضْلًا يَحْسُنُ أَثَرُهُ، وَيَطِيبُ فِي الدَّارَيْنِ ثَمَرُهُ" (5)

"جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ اس کے رسول محمد ﷺ سے بھی محبت کرتا ہے، اور جو رسولِ عربی سے محبت کرتا ہے وہ عربوں سے محبت کرتا ہے، اور جو عربوں سے محبت کرتا ہے وہ عربی زبان سے بھی محبت کرتا ہے۔ چنانچہ جو شخص عربی سے محبت کرتا ہے، وہ اس پر بھرپور توجہ دیتا ہے، اس کے لیے محنت کرتا ہے اور اپنی تمام تر ہمت اسی کے سیکھنے میں صرف کر دیتا ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اسلام کی ہدایت نصیب فرما دے، اس کا سینہ ایمان کے لیے کھول دے، اسے باطنی حسن عطا کرے اور وہ یہ کامل عقیدہ رکھے کہ محمد ﷺ تمام رسولوں میں سب سے افضل، عرب تمام امتوں میں بہتر اور عربی تمام زبانوں میں برتر ہے، تو ایسے شخص کے لیے عربی زبان کے فہم کی طرف متوجہ ہونا بھی دین ہی کا تقاضا ہے۔ کیونکہ یہی زبان علم کا بنیادی ذریعہ، دین میں تفقہ (گہری سمجھ) کی کنجی، اور دنیا و آخرت کی فلاح کا سبب ہے۔ اگر عربی زبان کی خصوصیات کا احاطہ کرنے، اس کے اسالیب و استعمالات کو سمجھنے اور اس کے باریک پہلوؤں میں مہارت حاصل کرنے کا واحد فائدہ صرف یہ ہو کہ اس سے قرآنِ کریم کے اعجاز کے ادراک میں یقینِ کامل پیدا ہو اور اثباتِ نبوت (جو کہ اساسِ ایمان ہے) میں بصیرت حاصل ہو، تو بھی اس کی یہ فضیلت کافی ہے، جس کے اثرات نہایت شاندار اور جس کا ثمرہ دارین (دنیا و آخرت) میں خوشگوار ہے۔"

اسی قرآنی نسبت کے باعث عربی زبان کو ایک روحانی تقدس اور دائمی بقا نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (6)

"بے شک ہم ہی نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی حفاظت کا از خود ذمہ لیا ہے، لہٰذا اس کلام کی زبان (عربی) بھی تحریف و زوال سے محفوظ ہو کر تا قیامت باقی رہنے والی ہے۔ ذیل میں قرآنِ کریم کے عربی زبان پر مرتب ہونے والے چند اہم اثرات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے:

قرآنی چیلنج اور لسان عرب کا تحفظ

عربی زبان کا بقا اور اس کا زوال و فنا سے محفوظ رہنا بلا شبہ قرآنِ کریم کا ایک زندہ اور تابندہ معجزہ ہے۔ قرآنِ کریم ہر دور میں لسانِ عرب کے خلاف اٹھنے والی لسانی و فکری تحریفات کے سامنے ایک استوار سدِ سکندری کی مانند قائم رہا ہے۔

قرآنِ مجید اپنے معجزانہ اسلوب اور اعجازِ بیان کے ذریعے زبانِ عربی کی پاسبانی کرتا ہے اور انسان و جن کو اس کے مثل لانے کا کھلم کھلا چیلنج دیتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ * فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ (7)

"اور اگر تم اس کلام کے بارے میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے، تو اس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ، اور اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو اور تم ہر گز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

اسی طرح اس آفاقی تحدی و چیلنج کا اعادہ دوسرے مقام پر یوں فرمایا گیا:

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا (8)

"کہہ دیجیے کہ اگر تمام انسان اور جنات اس بات پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا کلام لے آئیں، تو وہ اس جیسا نہیں لا سکتے، خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں۔"

دفاعِ قرآن اور دفاعِ لسان کا باہمی ربط

قرآنِ مجید کی اسی آفاقی حیثیت کے پیشِ نظر امتِ مسلمہ نے اس کی حفاظت و صیانت کو اپنا دینی فریضہ سمجھا۔ مسلمانوں کا یہ راسخ عقیدہ رہا ہے کہ قرآنِ کریم پر ہونے والا ہر حرف گیری کا وار در حقیقت عربی زبان پر حملہ ہے، اور عربی زبان کو نقصان پہنچانا بالواسطہ فہمِ قرآن کو متاثر کرنے کے مترادف ہے۔

عربی زبان کی بقا اور اس کا تا قیامت قائم رہنا دراصل دفاعِ قرآن ہی کا لازمی نتیجہ ہے؛ کیونکہ لغتِ عرب ہی فہمِ قرآن کا واحد ذریعہ و واسطہ اور وہ صراطِ مستقیم ہے جس کے ذریعے انسان اس حقیقت تک پہنچتا ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کا برحق دین ہے اور قرآنِ مجید کلامِ الٰہی ہے، کسی بشر کا تراشیدہ من گھڑت کلام نہیں۔

مصر کے معروف مفکر علامہ احمد حسن باقوری اس علمی حقیقت کا تجزیہ درج ذیل الفاظ میں رقم فرماتے ہیں:

"وَلَوْ فُرِضَ أَنَّهُ نَزَلَ كَمَا نَزَلَ غَيْرُهُ مِنَ الكُتُبِ المُقَدَّسَةِ، حُكْمًا وَأَحْكَامًا، وَأَمْرًا وَنَهْيًا، وَوَعْدًا وَوَعِيدًا، وَلَمْ يَتَحَرَّ هَذَا الأُسْلُوبَ الَّذِي جَاءَ بِهِ، فَلَمْ يَعْنَ النَّاسُ بِلَفْظِهِ وَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَيْهِ قَوْلًا فَصْلًا، وَبَيَانًا شَافِيًا، وَبَلَاغَةً مُعْجِزَةً، لَكَانَ مِنَ المُمْكِنِ أَنْ تَزُولَ هَذِهِ اللُّغَةُ بَعْدَ أَنْ يَضْعُفَ العُنْصُرُ الَّذِي يَتَعَصَّبُ لَهَا عَلَى أَنَّهَا لُغَةٌ قَوْمِيَّةٌ، وَمِنْ ذَلِكَ تَضْعُفُ هِيَ وَتَتَرَاجَعُ حَتَّى تَعُودَ لُغَةً أَثَرِيَّةً" (9)

"اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ قرآنِ کریم بھی دیگر الہامی کتابوں کی طرح صرف خشک احکام، اوامر و نواہی اور بشارت و وعید پر مشتمل ہو کر نازل ہوتا، اور اس خاص معجزانہ اسلوب کو اختیار نہ کرتا جس کے ساتھ وہ نازل ہوا ہے، اور لوگ اس کے الفاظ کے اہتمام و اعجاز کو فیصلہ کن کلام اور بلاغتِ معجزہ کے طور پر نہ دیکھتے، تو یہ عین ممکن تھا کہ یہ زبان بھی اس قوم کے سیاسی و مادی زوال کے ساتھ مٹ جاتی جو اسے محض اپنی قومی زبان سمجھ کر اس کی حمایت کرتی تھی۔ پھر یہ زبان تدریجی زوال کا شکار ہو کر بالآخر آثارِ قدیمہ اور تاریخی کتب کا حصہ بن کر رہ جاتی۔"

زبانوں کی تاریخ اور ان کے فراز و نشیب کا علمی مطالعہ اس موقف کی کامل تائید کرتا ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

عبرانی زبان

مقدس صحیفوں کی زبان ہونے کے باوجود ایک طویل عرصے تک مردہ زبان بن کر تاریخ کے صفحات میں گم رہی۔ اگر تورات بھی قرآنِ کریم کی طرح معجزانہ اسلوب میں نازل ہوتی اور اپنے ماننے والوں کو لسانی چیلنج دیتی، تو یہودی اپنے نبی کے معجزے کی حفاظت کی خاطر اپنی زبان کو بھی تادیر زندہ رکھتے۔

لاطینی زبان

ایک دور میں علم، سیاست، تہذیب اور اقتدار کی عالمگیر زبان تھی۔ تاہم، الہامی و معجزانہ پشت پناہی نہ ہونے کے باعث وقت کے ساتھ تقسیم اور فنا کا شکار ہوئی اور آج محض ایک کلاسیکی یا تاریخی یادگار کے طور پر محدود ہے۔

اس کے برعکس، عربی زبان کو اپنے ابتدائی دور میں نہ تو کوئی عظیم سیاسی و معاشی قوت حاصل تھی اور نہ ہی کوئی صنعتی ومادی تہذیب، بلکہ وہ ایک سادہ صحرائی ماحول اور غیر تدوین شدہ زبانی روایت تک محدود تھی۔ عرب قوم تباہ کن جنگوں اور سیاسی بحرانوں سے بھی گزری، مگر اس کے باوجود عربی زبان کی چمک، حیات اور طراوت آج بھی قائم ودائم ہے۔ یہ تمام تربقا اور آفاقی بالادستی صرف اس الہامی وعدے کا نتیجہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی حفاظت کا ذمہ خود لیا۔ کلامِ الٰہی کی حفاظت نے اس زبان کو بھی تحریف اور زوال سے محفوظ کر دیا جس میں وہ نازل ہوا تھا، جبکہ دیگر مقدس کتب کی حفاظت کا وعدہ چونکہ الہامی طور پر شامل نہ تھا، لہٰذا وہ کتابیں اور ان کی زبانیں رفتہ رفتہ مٹتی چلی گئیں۔

عربی زبان کی تقویت اور معراجِ کمال

قرآنِ کریم نے عربی زبان کو وہ رفعت اور ارتقاء عطا فرمایا جو نزولِ قرآن کے بغیر ممکن نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کے ذریعے اس زبان کو معنوی وسعت، فصیح و متقن ذخیرۂ الفاظ، بدیع اسالیب و تراکیب اور نہایت رفیع الشان اسلوبِ بیان سے سرفراز کیا۔ نتیجتاً عربی زبان مرکزِ التفات قرار پائی، اور اس سے استفادہ و استشہاد موجبِ افتخار و اعزاز سمجھا جانے لگا۔ یوں عربی زبان اپنے جمالیاتی محاسن اور متنوع علمی و ادبی کمالات کی بدولت دیگر تمام زبانوں پر ممتاز، فائق اور مایۂ ناز ہو گئی۔

چنانچہ علامہ مصطفیٰ صادق الرافعی اِس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> نزل القرآن الكريم بهذه اللغة على نمط يعجز قليله وكثيره معاً، فكان أشبه شيء بالنور في جملة نسقه إذ النور جملة واحدة، وإنما يتجزأ باعتبار لا يخرجه من طبيعته، وهو في كل جزء من أجزائه جملة لا يعارض بشيء إلا إذا خلقت سماء غير السماء، وبدلت الأرض غير الأرض، وإنما كان ذلك، لأنه صفى اللغة من أكدارها، وأجراها في ظاهره على بواطن أسرارها، فجاء بها في ماء الجمال أملأ من السحاب، وفي طراءة الخلق أجمل من الشباب، ثم هو بما تناول بها من المعاني الدقيقة التي أبرزها في جلال الإعجاز، وصورها بالحقيقة وأنطقها بالمجاز، وما ركبها به من المطاوعة في تقلب الأساليب، وتحويل التركيب إلى التراكيب، قد أظهرها مظهراً لا يقضى العجب منه لأنه جلاها على التاريخ كله لا على جيل العرب بخاصته، ولهذا بهتوا لها حتى لم يتبينوا أكانوا يسمعون بها صوت الحاضر أم صوت المستقبل أم صوت الخلود لأنها هي لغتهم التي يعرفونها ولكن في جزالة لم يمضغ لها شيح ولا قيصوم" (10)

> "قرآنِ کریم اس زبان میں ایسے بدیع و معجز طرز پر نازل ہوا کہ اس کا قلیل و کثیر، دونوں ہی انسان کو ورطۂ عجز میں ڈال دیتے ہیں۔ اپنے مجموعِ نظم و نسق میں یہ نور کے مشابہ ہے؛ کیونکہ نور بالذات ایک ہی حقیقت ہے، قطع نظر اس کے کہ اعتباری طور پر اس کے اجزا قرار دیے جائیں، اس کی اصل ماہیت و کیفیت تبدیل نہیں ہوتی۔ اسی طرح قرآن کریم کا ہر حصہ بذاتِ خود کامل و معجز ہے اور اس کی نظیر پیش کرنا مستحیل اور ناممکنات میں سے ہے، الّا یہ کہ نیا نظامِ عالم (نیا آسمان و زمین) وجود میں لایا جائے۔ یہ اس سبب سے ہے کہ قرآن نے عربی زبان کو جملہ عیوب و نقائص سے منزہ کیا اور اس کے ظاہر کو اس کے باطنی اسرار و حقائق کا آئینہ دار بنا دیا۔ پھر اسے حسن و بلاغت کے ایسے بحرِ زخار میں پیش کیا جو سحابِ کرم سے بھی زیادہ فیض رساں اور جدتِ آفرینی میں شباب سے بھی زیادہ دلفریب ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مزید برآں، قرآن نے اس زبان کی وساطت سے نہایت دقیق و غامض معانی کی تعبیر کی، انھیں جلالِ اعجاز سے آراستہ کیا، حقیقت کے قالب میں ڈھالا اور مجاز کی وسیع تر زبان عطا کی۔ نیز اسالیب کے تنوع، تراکیب کی بو قلمونی اور طرزِ بیان کی لچک و مطابقت کے جو اوصاف پیدا کیے، ان تمام نے عربی زبان کو ایک ایسی شکوہ مند ہیئت میں جلوہ گر کیا کہ عقلِ انسانی مبہوت اور حیرت زدہ ہو کر رہ جاتی ہے۔

بلاشبہ قرآن نے زبانِ عربی کو کسی مخصوص دور یا نسلِ عرب تک محدود رکھنے کے بجائے کل تاریخِ انسانی کے سامنے جلوہ گر کیا۔ یہی وجہ تھی کہ ابناءِ عرب اس کے سامنے ششدر رہ گئے، حتّٰی کہ وہ یہ تمیز کرنے سے قاصر رہے کہ آیا وہ اپنے عہد کی صدا سن رہے ہیں، مستقبل کی نوید، یا لامتناہی ابدیت کی پکار! کیونکہ یہ ان کی اپنی مانوس زبان ہونے کے باوجود، شکوہِ فصاحت اور قوتِ تاثیر کی ایسی اعلیٰ سطح پر تھی جس کی نظیر ان کے تصور سے بھی بالاتر تھی۔"

یہ وہ بین و واضح حقیقت ہے جسے امامِ عربیت علامہ رافعیؒ نے اپنے بالا دست علمی اسلوب میں رقم کیا ہے۔ اور نہ صرف وہ، بلکہ عربی زبان کے ناقدین، مستشرقین اور دیگر غیر مسلم محققین نے بھی عربی زبان کی اندرونی قوت، حیات آفرینی اور اس کی تیز رفتار عالمگیر اشاعت و نفوذ کا اعتراف کیا ہے۔

چنانچہ معروف فرانسیسی مستشرق ارنسٹ رینان (Ernest Renan) درج ذیل الفاظ میں لکھتے ہیں:

"من أغرب ما وقع في تاريخ البشر، وصعب حل سره، انتشار اللغة العربية، فقد كانت هذه اللغة غير معروفة بادئ بدء، فبدأت فجأة في غاية الكمال، سلسة أي سلاسة، غنية أي غنى، كاملة بحيث لم يدخل عليها إلى يومنا هذا أي تعديل مهم، فليس لها طفولة ولا شيخوخة، ظهرت لأول أمرها تامة مستحكمة، من أغرب المدهشات أن تنبت تلك اللغة القومية وتصل إلى درجة الكمال وسط الصحارى عند أمّة من الرحل، تلك اللغة التي فاقت أخواتها بكثرة مفرداتها ودقة معانيها، وحسن نظام مبانيها، وكانت هذه اللغة مجهولة عند الأمم، ومن يوم علمت ظهرت لنا في حلل الكمال إلى درجة أنها لم تتغير أي تغيير يذكر، حتى إنه لم يعرف لها في كل أطوار حياتها لا طفولة ولا شيخوخة، ولا نكاد نعلم من شأنها إلا فتوحاتها وانتصاراتها التي لا تبارى (11)

"تاریخِ انسانی کے عجائب ترین مظاہر اور ناقابلِ حل اسرار میں سے ایک عربی زبان کی عالمگیر اشاعت و نفوذ ہے۔ یہ زبان ابتداء میں گمنام و غیر معروف تھی، مگر اچانک کمالِ تام کے ساتھ منصۂ شہود پر ابھری؛ نہایت سلیس، بے حد غنی، اور اِس قدر کامل کہ تاہنوز اس میں کوئی جوہری تغیر واقع نہیں ہوا۔ اس کے نہ دورِ طفولیت کا سراغ ملتا ہے اور نہ عہدِ کہولت و زوال کا، بلکہ یہ اپنے اوائلِ ظہور ہی میں اکمل اور مستحکم صورت میں جلوہ گر ہوئی۔ یہ امر بلاشبہ موجبِ حیرت ہے کہ ایک قومی زبان صحرا کے آغوش میں، خانہ بدوشوں کے درمیان نشوونما پائے اور اوجِ کمال کو چھو لے۔ یہ وہ زبان ہے جس نے اپنے کثیر و وسیع ذخیرۂ الفاظ، دقیق معنوی باریکیوں اور ساخت و اسلوب کے جمالیاتی حسن کی بدولت دیگر زبانوں پر تفوق و سیادت حاصل کی۔ دیگر اقوام کے لیے یہ نا آشنا تھی، مگر جس روز عالمِ انسانیت اس سے متعارف ہوا، یہ کامل شان و شوکت اور شکوہِ تام کے ساتھ سامنے آئی۔ اس کی طویل تاریخ میں نہ ابتدائی ناپختگی و طفولیت کا نشان ملتا ہے اور نہ انحطاط و پیری کا، بلکہ اس کی سرگزشت میں صرف اس کی ظفر مندیوں اور بے مثال کامرانیوں کی تابناک داستانیں ہی ثبت ہیں۔"

اسی طرح معروف مورخِ سائنس جارج سارٹن (George Sarton) اس حقیقت کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولغة القرآن على اعتبار أنها لغة العرب كانت بهذا التجديد كاملة، وقد وهبها الرسول مرونة جعلتها قادرة على أن تدون الوحي الإلهي أحسن تدوين بجميع دقائق معانيه ولغاته، وأن يعبر عنه بعبارات عليها طلاوة وفيها متانة، وهكذا يساعد القرآن على رفع اللغة العربية إلى مقام المثل الأعلى في التعبير عن المقاصد (12)

"قرآنِ کریم کی زبان، بحیثیتِ لسانِ عرب، اس معجز تجدیدی انداز کے ساتھ اکمل و ارفع صورت میں جلوہ گر ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ کی برکت سے

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اس زبان کو وہ وسعت و لچک میسر آئی جس نے اسے وحیِ الٰہی کی تعبیر و تدوین، اس کے تمام دقیق معانی و متنوع اسالیب کے تحفظ، اور اسے ایک ایسے اسلوبِ بیان میں منتقل کرنے کے قابل بنایا جو شیرینی و حلاوت اور متانت و استحکام کا نادر امتزاج ہے۔ اس طرح قرآن نے عربی زبان کو ابلاغ اور اظہارِ مقاصد کے اوجِ کمال تک پہنچا دیا۔"

اسی طرح نامور جرمن مستشرق کارل بروکلمان (Carl Brockelman) اِس کا اعتراف کرتے ہوئے درج ذیل الفاظ قلمبند کرتے ہیں:

بفضل القرآن بلغت العربية من الاتساع مدى لا تكاد تعرفه أي لغة أخرى من لغات الدنيا، والمسلمون جميعاً مؤمنون بأن اللغة العربية هي وحدها اللسان الذي أحل لهم أن يستعملوه في صلواتهم، وبهذا اكتسبت اللغة العربية منذ زمان طويل رفيعة فاقت جميع لغات الدنيا الأخرى التي تنطلق بها شعوب إسلامية (13)

"قرآنِ کریم کے باعث عربی زبان کو وسعت و شادابی کا وہ مقامِ عروج حاصل ہوا جو دنیا کی کسی دیگر زبان کے مقدر میں نہ آسکا۔ جملہ مسلمانوں کا اِس امر پر کامل ایمان ہے کہ عربی زبان ہی وہ واحد ذریعۂ اظہار ہے جس کا نماز میں استعمال شرعاً جائز و معتبر ہے۔ اسی وجہ سے لسانِ عربی کو ایک طویل عرصے سے وہ رفیع الشان مقام حاصل ہے جو تمام دیگر زبانوں پر حاوی و فائق ہے، قطع نظر اِس کے کہ وہ زبانیں خود مسلم اقوام کے زیرِ استعمال ہی کیوں نہ ہوں۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ مستشرقین و ناقدین کے یہ اعترافات عربی زبان کے ذاتی مقام و مرتبے میں کسی اضافے یا رفعت کا موجب نہیں؛ بلکہ اِن اقتباسات و شہادتوں کے تذکرہ سے مقصد صرف اس حقیقت کی توثیق و تجسیم ہے کہ "الفضل ما شهدت به الأعداء" (حقیقی فضیلت وہی ہے جس کی شہادت خصم اور مخالفین بھی دیں)۔

چنانچہ مفسرِ قرآن علامہ حمید الدین فراہیؒ اِس تناظر میں لکھتے ہیں:

أعلم أن كلام العرب كله نمط أعلى من كلام الأمم الذي تعودت به، لأنهم مولعون برزانة القول وتهذيبه من أمور سخيفة، فهم يجردون كلامهم من كل رابطة، ولو فعلوا ذلك كان عاراً على السامع، فإنه يفهم الروابط بذكائه، فلذلك كثر فيهم الحذف (14)

"بلاشبہ میں اِس حقیقت کا معترف ہوں کہ کلامِ عرب دیگر تمام اقوام کے سخن پر تفوق و برتری رکھتا ہے؛ کیونکہ عرب اہلِ لسان گفتگو میں متانت، وقار اور شائستگیِ بیان کے حریص ہوتے ہیں اور لغو و سطحی تعبیرات سے بالکل اجتناب واحتراز کرتے ہیں۔ وہ اپنے سخن کو تصنع اور مادی ربط کے زوائد سے منزہ رکھتے ہیں، اور اگر وہ ظاہری روابط و قرائن کو صراحت کے ساتھ نمایاں کریں تو یہ سامع کی فہم پر حرف اور عیب شمار ہوتا ہے، کیونکہ سامع اپنی فطری ذکاوت سے مخفی روابط کا ادراک کرلیتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ کلامِ عرب میں ایجاز و حذف کو غالب اور نمایاں عنصر کی حیثیت حاصل ہے۔"

مذکورہ اقتباسات یہ بات پر واضح دلیل ہیں کہ قرآنِ کریم نے عربی زبان کو محدود صحرائی دائرے سے نکال کر معنوی وسعت، فصیح ذخیرۂ الفاظ اور اعجازِ بیان کا وہ اوجِ کمال عطا کیا جس نے اسے دنیا کی تمام زبانوں پر فائق، ممتاز اور مرکزِ التفات بنا دیا۔

مزید ان اقتباسات سے یہ بھی بات واضح ہوئی کہ عربی کلام کا طرۂ امتیاز اس کی متانت، بلاغتی لچک، ایجاز و حذف اور ظاہری زوائد سے پاکیزگی ہے۔ یہ زبان معنوی لطافت کے ساتھ سامع کی فطری ذکاوت پر اعتماد کرتی ہے، جس سے اس کا اسلوبِ بیان بے مثل ہو جاتا ہے۔

ارنسٹ رینان، جارج سارٹن اور کارل بروکلمان جیسے غیر مسلم محققین نے بھی تسلیم کیا کہ عربی زبان بغیر کسی ناپختہ عہدِ طفولیت کے اچانک اکمل ترین صورت میں منصۂ شہود پر آئی، اور اپنی وسعت، لچک اور عباداتی تقدس کے باعث عالمگیر سیادت اور حیاتِ جاویدانی سے بہرہ ور ہوئی۔

عربی کے قبائلی لہجوں کی یکجائی اور اختلاف کا خاتمہ

یہ بات مسلّم ہے کہ نزولِ قرآن سے پہلے عربی زبان کی مختلف بولیوں اور لہجوں میں باہمی فرق موجود تھا۔ ان میں فصاحت کا معیار ایک جیسا نہ تھا؛ کچھ لہجے نہایت فصیح تھے اور

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کچھ میں کمزور یا غیر مروج اسالیب پائے جاتے تھے۔ عرب قبائل اپنی اپنی بولی پر فخر کرتے تھے، اسی لیے قرآنِ کریم ابتداءً 'سات حروف' (مختلف قبائلی اسالیب) پر نازل ہوا تاکہ تمام عربوں کے لیے اس کی تلاوت اور فہم آسان رہے۔

چونکہ مختلف قبائل کی زبانیں فصاحت و بلاغت میں ایک دوسرے سے مختلف تھیں، اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآنِ کریم کا واحد اور مستند نسخہ مرتب کرتے وقت اس پہلو کو خصوصی طور پر پیشِ نظر رکھا۔

انہوں نے تدوینِ قرآن کی کمیٹی کو ہدایت فرمائی:

"إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فإنه إنما نزل بلسانهم" (15)

"اگر تمہارے اور زید بن ثابت کے درمیان قرآن کے کسی لفظ کی تحریر میں اختلاف ہو تو اسے قریش کے لہجے میں لکھو، کیونکہ قرآن بنیادی طور پر انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔"

اس کی وجہ یہ تھی کہ قریش کی زبان تمام عربی لہجوں میں سب سے زیادہ سلیس، شیریں، واضح اور فصیح تھی۔ قریش کے مرکزی مقام، تجارتی سرگرمیوں اور موسمِ حج میں پورے عرب کی آمد و رفت کے باعث ان کی زبان نے دیگر قبائل کے بہترین اور فصیح الفاظ کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا۔

اس حوالے سے امام سیوطیؒ نے واسطی کا یہ قول نقل کیا ہے:

"لِأَنَّ كَلَامَ قُرَيْشٍ سَهْلٌ وَاضِحٌ، وَكَلَامَ الْعَرَبِ وَحْشِيٌّ غَرِيبٌ"(16)

"قریش کی گفتگو آسان اور بالکل واضح ہے، جبکہ دیگر عرب قبائل کے کلام میں بعض دشوار اور نامانوس الفاظ پائے جاتے ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ عام عرب بھی قریشی لہجے کو اپنانے کی کوشش کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے قرآنِ کریم کو اسی فصیح ترین زبان میں سنا تو اس نے کلام کے حسن، تاثیر اور مٹھاس کو اور زیادہ بڑھا دیا۔

چنانچہ قرآن کی اس بے پناہ تاثیر کا اثر یہ ہوا کہ شدید مخالفت کے باوجود عرب اس کے اعجاز کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ جب عتبہ بن ربیعہ نے رسول اللہ ﷺ سے سورۂ فصلت کی ابتدائی آیات سنیں تو بے ساختہ کہہ اٹھا:

"إِنَّ لَهُ لَحَلَاوَةً، وَإِنَّ عَلَيْهِ لَطَلَاوَةً، وَإِنَّ أَعْلَاهُ لَمُثْمِرٌ، وَإِنَّ أَسْفَلَهُ لَمُغْدِقٌ، وَإِنَّهُ لَيَعْلُو وَلَا يُعْلَى عَلَيْهِ"(17)

"بے شک اس کلام میں ایک خاص مٹھاس ہے، اس پر ایک دلکش چمک اور حسن ہے؛ اس کا بالائی حصہ پھل دار ہے اور نچلا حصہ سیراب کرنے والا ہے۔ یہ کلام ہمیشہ غالب رہنے والا ہے اور کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا۔"

نزولِ قرآن سے پہلے عربی زبان مختلف قبائلی بولیوں میں تقسیم تھی، جن میں فصاحت کا معیار ایک جیسا نہیں تھا اور بعض بولیوں میں دشوار الفاظ بھی موجود تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآنِ کریم کی تدوین کے وقت قریش کے لہجے کو بنیاد بنایا، کیونکہ قریش کی زبان اپنی شیرینی، وضوح اور ہمہ گیری کی وجہ سے تمام عربوں کے لیے سب سے زیادہ فصیح اور سلیس تھی۔ اس اقدام سے قبائلی لہجوں کے باہمی اختلافات ختم ہوئے اور عربی زبان ایک واحد اور معیاری شکل میں یکجا ہو گئی، جس کا دلکش اسلوب اور اعجازِ بیان ایسا تھا کہ سخت ترین مخالفین بھی اس کی مٹھاس اور تاثیر کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے۔

عربی زبان کو ایک عالمگیر زبان میں تبدیل کرنا

نزولِ قرآن سے پہلے عربی زبان صرف جزیرہ نما عرب تک محدود تھی، کیونکہ اس دور میں عالمی سطح پر عربوں کی کوئی نمایاں سیاسی، علمی یا تہذیبی حیثیت نہ تھی کہ دیگر اقوام ان کی زبان سیکھنے یا ان سے علمی روابط قائم کرنے کی طرف راغب ہوتیں۔ عربی نہ تو اس وقت کوئی سائنسی و فکری زبان تھی اور نہ ہی عربوں کے پاس کوئی بڑی شہری تہذیب یا صنعت تھی۔ اسی وجہ سے یہ زبان اپنے ہی خطے تک محصور رہی اور اس میں پھیلاؤ کے امکانات نہ تھے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ صورتِ حال اس وقت بدلی جب قرآنِ کریم نازل ہوا، جو پوری انسانیت کے لیے عالمگیر اصول، اعلیٰ انسانی اقدار اور ہدایت کی تعلیمات لے کر آیا۔ قرآن نے عربوں کو اِس پیغام کو دنیا کے تمام انسانوں تک پہنچانے کی ذمہ داری سونپی۔ چونکہ اسلام قبول کرنے والے ہر شخص کے لیے عبادات کی درست ادائیگی اور دین کی صحیح فہم حاصل کرنے کے لیے عربی زبان کا سیکھنا ضروری تھا، اس لیے دنیا بھر کے لوگ بڑی تعداد میں قرآن کی اس زبان کو سیکھنے کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ اگر قرآنِ کریم نازل نہ ہوتا تو عربی زبان کو وہ بین الاقوامی وسعت اور عالمگیر شہرت کبھی حاصل نہ ہوتی جو آج اسے میسر ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر نور الدین عتر اس پھیلاؤ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد اتسع انتشار اللغة العربية جداً حتى تغلغلت في الهند والصين وأفغانستان، وحسبنا شاهداً على ذلك ما نعلمه من مشاهير العلماء من تلك البلاد مثل البخاري ومسلم، والنسائي، وابن ماجه القزويني، وغيرهم وغيرهم (18)

"عربی زبان کا پھیلاؤ اس قدر بڑھا کہ یہ ہندوستان، چین اور افغانستان کے علاقوں تک جا پہنچی۔ اس حقیقت کا روشن ثبوت ان عجم علاقوں کے وہ نامور علماء ہیں جن کے علمی کارناموں سے دنیا واقف ہے، جیسے امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی اور امام ابن ماجہ قزوینی وغیرہم۔"

علامہ احمد حسن الباقوریؒ اس تاریخی تبدیلی کا منظر نامہ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

أن اللغة العربية ما كانت تطمع في أن يتعدى سلطانها جزيرتها، فتضرب الذلة على لغات نمت في أحضان الحضارة وترعرعت بين سمع المدينة وبصرها، وتستأثر دونها بالمكان الأسمى في ممالك ما كان العربي يحلم بها، فضلاً عن أن يكون السيد المتصرف فيها، ولكن القرآن الكريم انتزعها من أحضان الصحراء، وأتاح لها ملكاً فسيح الأرجاء، تأخذ منه لألفاظها ومعانيها، وأغراضها وأسلوبها، ما لم تمكنها منه حياته البدوية، فبعد أن كانت ثروتها في حدود بيئتها، أصبحت غنية في كل فنون الحياة فأقبل الناس عليها مدفوعين إلى معرفة أحكام الدين، وأداء واجبات الإسلام (19)

"عربی زبان کے گمان میں بھی نہ تھا کہ اس کا اقتدار کبھی جزیرہ نما عرب کی حدود سے باہر نکلے گا، اور وہ ان زبانوں پر غالب آ جائے گی جو بڑی تہذیبوں کی گود اور شہری زندگی کے سایے میں پروان چڑھی تھیں۔ لیکن قرآنِ کریم نے اسے صحرا کی محدود فضا سے نکال کر ایک وسیع و عریض عالمی میدان عطا کیا، جہاں اس کے الفاظ، معانی، مقاصد اور اسلوب کو وہ وسعت ملی جو بدوی زندگی میں ناممکن تھی۔ پہلے اس کا علمی سرمایہ صرف صحرائی ماحول تک محصور تھا، لیکن پھر یہ زندگی کے ہر فن اور شعبے میں مالا مال ہو گئی۔ یوں لوگ دینی احکام سمجھنے اور فرائض کی ادائیگی کے جذبے کے تحت خود بخود اس کی طرف کھنچے چلے آئے۔"

نزولِ قرآن سے پہلے عربی زبان کسی تہذیبی یا علمی وزن کے بغیر صحرائے عرب تک محدود تھی، لیکن قرآنِ کریم کے نزول اور اسلامی تعلیمات کی عالمگیر اشاعت نے اسے ایک بین الاقوامی اور شکوہ مند زبان بنا دیا۔ دین اور عبادات کو سمجھنے کی دینی ضرورت نے غیر عرب اقوام کو عربی سیکھنے پر مائل کیا، جس کے نتیجے میں نہ صرف یہ زبان ہندوستان، چین اور افغانستان تک پھیلی بلکہ انہی عجم علاقوں سے امام بخاری اور امام مسلم جیسے جلیل القدر محدثین پیدا ہوئے جنھوں نے عربی میں اپنے لازوال علمی شاہکار تخلیق کیے۔ یوں قرآنِ کریم نے ایک محدود صحرائی بولی کو دنیا کی معتبر ترین علمی، تہذیبی اور عالمگیر زبان کے درجے تک پہنچا دیا۔

عربی زبان کو قواعد و ضوابط سے آراستہ تعلیمی زبان میں تبدیل کرنا

نزولِ قرآن سے پہلے عرب اپنی روزمرہ گفتگو، شاعری اور خطابت میں کسی باقاعدہ نحو و صرف (گرامر) کے قواعد کے پابند نہیں تھے، بلکہ وہ اپنی زبان بالکل فطری اور بدیہی انداز میں بولتے تھے۔ اس دور میں گرامر کے قواعد کو کتابی شکل دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی، کیونکہ فصیح عربی ان کی مادری زبان تھی۔

تاریخ شاهد ہے کہ خالص اور بے آمیز عربی سیکھنے کے لیے لوگوں کو صحرائے عرب جانا پڑتا تھا، جہاں کی زبان شہری ماحول کی آمیزش سے پاک تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ

جیسے جلیل القدر عالم نے بھی ایک طویل عرصہ صحرا میں بنو ہذیل کے درمیان گزار کر فصاحت و بلاغت حاصل کی۔ اس کے برعکس، بعض خلفاء (جیسے ولید بن عبد الملک) کی گفتگو میں نحوی غلطیاں (لحن) اس لیے ہو جاتی تھیں کیونکہ ان کی نشو و نما خالص بدوی ماحول میں نہیں ہوئی تھی۔

اسلام کی عالمگیر فتوحات کے بعد جب عجم قومیں بڑی تعداد میں دائرۂ اسلام میں داخل ہوئیں اور ان کا عربوں کے ساتھ ملنا جلنا بڑھا، تو زبان میں غیر ملکی اثرات اور تلفظ کی غلطیاں پیدا ہونے لگیں۔

ارمنیہ اور آذربائیجان کی جنگ کے موقع پر جب حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے شام اور عراق کے مجاہدین کے درمیان قرآن کی قراءتوں میں اختلاف دیکھا، تو تشویش کے عالم میں مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

"يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَدْرِكْ هَذِهِ الأُمَّةَ قَبْلَ أَنْ يَخْتَلِفُوا فِي كِتَابِهَا اخْتِلَافَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى"[20]

"اے امیر المؤمنین! اس امت کی خبر لیجیے، قبل اس کے کہ یہ اپنی آسمانی کتاب کے معاملے میں اسی طرح اختلاف کا شکار ہو جائے جیسے یہود و نصاریٰ اپنی کتابوں میں اختلاف کر بیٹھے تھے۔"

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآنِ کریم کو ایک معیاری اور مستند نسخے (مصحفِ عثمانی) کی شکل میں تدوین کا حکم دیا، تاکہ امت کو ان تمام سچی قراءتوں پر متحد کیا جا سکے جو نبی کریم ﷺ سے ثابت تھیں، اور کسی بھی غیر مستند پڑھائی کا راستہ بند کر دیا جائے۔

اگرچہ اس اقدام سے قرآن کا متن محفوظ ہو گیا، لیکن آگے چل کر عام گفتگو میں گرامر کی غلطیاں تلاوت پر بھی اثر انداز ہونے لگیں۔ اِس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے حضرت ابو الاسود الدؤلیؒ نے علمِ نحو کی بنیاد رکھی اور کلمات پر اعراب (زیر، زبر، پیش) کا نظام وضع کیا، تاکہ ہر شخص قرآنِ کریم کو بالکل درست تلفظ کے ساتھ پڑھ سکے۔

اس کے ساتھ ساتھ قرآنِ کریم کا ایک عظیم احسان یہ بھی ہے کہ اس نے عربی کے رسم الخط اور املا کو محفوظ رکھا۔ دنیا کی دیگر تمام زبانوں میں وقت کے ساتھ ساتھ املا اور حروف کی شکلیں یکسر بدل جاتی ہیں، مگر عربی زبان کا تحریری ڈھانچہ محفوظ رہا۔

ڈاکٹر نور الدین عتر اس کا راز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والسر في ذلك أن رسم القرآن جعل أصلاً للكتابة العربية، ثم تطورت قواعد إملاء العربية بما يتناسب مع مزيد الضبط وتقريب رسم الكلمة من نطقها، فكان للقرآن الكريم الفضل في حفظ رسم الكلمة عن الانفصام عن رسم القدماء[21]

"اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم کے رسم الخط ہی کو عربی تحریر کی اصل بنیاد بنایا گیا۔ پھر آگے چل کر عربی املا کے قواعد اس طرح تیار کیے گئے کہ وہ تحریر کو تلفظ کے زیادہ سے زیادہ قریب لے آئیں۔ یوں قرآنِ کریم کے طفیل عربی الفاظ کا تحریری انداز اپنے قدیم اصل سے ٹوٹنے اور الگ ہونے سے محفوظ رہا۔"

نزولِ قرآن سے قبل عربی زبان صرف غیر مدون بولی جس کے کوئی قواعد نہیں تھے۔ فتوحاتِ اسلام کے بعد جب عرب و عجم کے اختلاط سے تلفظ اور گرامر کی غلطیاں پیدا ہونے لگیں، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآنِ کریم کو ایک مستند نسخے پر یکجا کیا، اور بعد میں حضرت ابو الاسود الدؤلی نے علمِ نحو اور اعراب (زیر، زبر، پیش) کا نظام وضع کیا۔ یوں قرآنِ کریم کی حفاظت کی برکت سے عربی نہ صرف ایک منظم قواعد، املا اور رسم الخط سے آراستہ تعلیمی زبان بن گئی، بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ بدلنے کے بجائے اپنے قدیم تحریری اور لفظی وجود کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کرنے میں بھی کامیاب رہی۔

عربی زبان کے الفاظ کی تہذیب اور علم بلاغت کا ارتقاء:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر قوم کی زبان اس کے عمومی ذوق، فکر اور طبعی مزاج کی عکاس ہوتی ہے۔ اگر جغرافیائی ماحول انسانی نفسیات پر اثر انداز ہوتا ہے، تو زبان بھی اپنے بولنے والوں کے رہن سہن کے مطابق اثر قبول کرتی ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نزولِ قرآن سے قبل چونکہ عربوں کی اکثریت صحرائی اور بدوی زندگی بسر کرتی تھی اور ان کے ہاں شہری تہذیب کے اثرات نہ ہونے کے برابر تھے، اس لیے ان کے کلام میں سختی، درشتی اور بعض اوقات غریب الفاظ کا عنصر غالب تھا۔ جاہلی ادب کا مطالعہ کرنے والا اِس حقیقت کو آسانی سے محسوس کر سکتا ہے کہ صحرائی ماحول کے اثر سے جاہلی شاعری میں ایسے بھاری اور سماعت پر گراں گزرنے والے الفاظ، مثلاً: "جَحْيَش"، "مُسْتَشْزَرَات" اور "جَحْلَنْجَع" عام ملتے ہیں؛ جبکہ قریشی ادب اپنے تجارتی و شہری ماحول کی بناپر ایسے ثقیل الفاظ سے پاک تھا۔

قرآنِ کریم نے عربی زبان کے ذخیرۂ الفاظ میں سے نہایت حسین، لطیف اور زبان پر سلیس اداہونے والے الفاظ کا انتخاب کیا۔ یہ کلمات سماعت پر خوشگوار اثر ڈالتے ہیں اور ان میں پانی کی سی روانی، نسیمِ سحر کی سی لطافت اور شہد کی سی مٹھاس پائی جاتی ہے۔

قرآن نے بلاغت کا یہ نیا معیار قائم کیا کہ فصاحت کا مطلب مشکل اور پیچیدہ الفاظ کا استعمال نہیں جو زبان کو تھکا دیں، بلکہ فصاحت معانی اور الفاظ کے کامل اور دلکش آہنگ کا نام ہے۔ چنانچہ قرآن کے اسلوب کی شیرینی اور انتخابی کمال نے عربوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ اِس بناپر عربی زبان میں قرآن کے منتخب الفاظ کو اصل گوہر کی حیثیت حاصل ہے اور دیگر کلمات ان کے مقابلے میں محض چھلکے کی مانند معلوم ہوتے ہیں۔

ابنِ خالویہؒ اِس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قد أجمع الناس جميعا أن اللغة إذا وَرَدت في القرآن فهي أفصح مما في غير القرآن لا خلاف في ذلك" (22)

"اہلِ علم اِس بات پر متفق ہیں کہ جو لفظ قرآنِ کریم میں استعمال ہوا ہے، وہ غیر قرآنی استعمالات کے مقابلے میں زیادہ صحیح، فصیح اور معتبر ہے۔"

جاہلی اور اسلامی دور کے ادب کا موازنہ کرنے سے یہ واضح فرق نمایاں ہوتا ہے۔ قرآن کی بے مثال فصاحت نے عربوں کے ذوقِ سخن کو بدل دیا، وہ قرآن کے اسلوب سے اقتباس کرنے لگے اور اسی کے اعجاز کو بنیاد بنا کر علمِ بلاغت کے اصول و قواعد وجود میں آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ علمِ بلاغت کی تدوین اور اس کے قواعد کی تشکیل کی بنیادی تحریک قرآنِ کریم کے اعجاز ہی سے حاصل ہوئی تھی۔

ابو ہلال عسکریؒ نے اِس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وقد علمنا أنّ الإنسان إذا أغفل علم البلاغة، وأخلّ بمعرفة الفصاحة لم يقع علمه بإعجاز القرآن من جهة ما خصّه الله به من حسن التأليف، وبراعة التركيب، وما شحنه به من الإيجاز البديع، والاختصار اللطيف؛ وضمنّه من الحلاوة، وجلّله من رونق الطّلاوة، مع سهولة كلمه وجزالتها، وعذوبتها وسلاستها، إلى غير ذلك من محاسنه التى عجز الخلق عنها، وتحيّرت عقولهم فيها" (23)

"ہم جانتے ہیں کہ جو شخص علمِ بلاغت اور فصاحت کی باریکیوں سے ناواقف ہو، وہ قرآنِ کریم کے اعجاز کو اس کے حقیقی پہلو سے نہیں سمجھ سکتا؛ یعنی اس کے حسنِ ترتیب، عمدہ ساخت، بدیع ایجاز و اختصار، اور اس کی وہ مٹھاس، دلکشی اور الفاظ کی سلیس و باوقار روانی جن کے سامنے انسان کی عقل حیران و ششدر رہ جاتی ہے۔"

نزولِ قرآن سے قبل عربی زبان اپنے بدوی اور صحرائی ماحول کے باعث ثقیل اور درشت الفاظ سے آمیختہ تھی، لیکن قرآنِ کریم نے عربی ذخیرۂ الفاظ کی تہذیب کرتے ہوئے اس میں سے نہایت سلیس، شیریں اور لطیف کلمات کا انتخاب کیا اور بلاغت کا نیا معیار قائم کیا۔ قرآن کے اِس بے مثل انتخابی کمال اور اعجازِ بیان کو سمجھنے کی علمی ضرورت ہی کے نتیجے میں "علمِ بلاغت" وجود میں آیا اور اس کے باقاعدہ اصول و قواعد مدون ہوئے، تاکہ قرآنی اسلوب کی حسنِ ترتیب، اختصار، مٹھاس اور اعجاز کو سائنسی اور علمی بنیادوں پر سمجھا جاسکے۔

اختتامیہ

ہم ایک ایسے دور میں زندگی بسر کر رہے ہیں جہاں عالمگیریت (گلوبلائزیشن) کا سیلاب انتہائی تیزی سے بڑھ رہا ہے، اور اپنے ساتھ ایسے علمی، فکری، اصطلاحی اور لسانی اثرات لا

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

رہا ہے جو ہماری زبان، تعبیرات اور عملی رویوں کو متاثر کر رہے ہیں۔ اس صورتِ حال میں ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اس سیلاب کا مقابلہ ایک منظم اور علمی انداز سے کریں۔

اس مقابلے میں ہمیں عالمگیریت کے مثبت پہلوؤں سے فائدہ اٹھانا چاہیے، تہذیبی تبادلے اور مثبت تعامل پر یقین رکھنا چاہیے، لیکن ساتھ ہی اپنی امت کی ثقافت اور زبان کو لاحق خطرات سے بچانے کے لیے طویل المدتی علمی منصوبے اور حکمتِ عملی اختیار کرنی چاہیے۔

نیز، ہمیں جدید دور کے علمی وسائل اور سائنسی پیش رفت سے استفادہ کرتے ہوئے ایسے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں جو ہمارے روایتی طریقوں سے مختلف اور جدید تر ہوں۔ اس پورے عمل میں ہمیں اپنی ذات، دینی بنیادوں اور اسلامی اصولوں پر مکمل اعتماد رکھنا چاہیے، اور اپنی اس عظیم تہذیب پر بھی جس نے تاریخ میں بارہا اپنی برتری ثابت کی ہے۔

اسی طرح عربی زبان، جو ہمیشہ تہذیبی میدان میں کامیاب رہی ہے، آج بھی اپنی فکری اور لسانی قوت کے ساتھ رہنمائی کی کامل صلاحیت رکھتی ہے۔

میں اپنی اس بحث کا اختتام البیرونی (متوفی 440ھ) کے اس بلیغ قول پر کرتا ہوں جو انہوں نے عربی زبان کی عظمت کے بارے میں فرمایا:

والله لأن أُهجَى بالعربية أحب إلي من أن أمدح بالفارسية [24]

"عربی زبان میں ہجو (مذمت) میرے نزدیک فارسی زبان میں مدح (تعریف) سے زیادہ پسندیدہ ہے۔"

انہوں نے سچ فرمایا، اور حقیقت یہی ہے کہ جو چکھتا ہے وہی جانتا ہے، اور جو جان لیتا ہے وہی اس کی قدر کرتا ہے۔

سفارشات وتجاویز

1. نسلِ نو کے قلوب واذہان میں عربی زبان کی محبت کو راسخ کرنا، کیونکہ یہ قرآنِ مجید کی زبان ہے جس کی برکت سے یہ زوال سے محفوظ رہی۔ نیز ایسے مؤثر ذرائع اختیار کرنا جو طلبہ کو عربی سیکھنے کی طرف راغب کریں، جیسے نصاب کی جدید کاری اور قواعدِ صرف ونحو کی تسہیل وآسانی۔
2. افرادِ امت میں لسانی شعور اور دینی غیرت کو بیدار کرنا، نیز ان کے اندر اپنے تہذیبی و تاریخی ورثے پر اعتماد اور فخر کی روح دوبارہ پھونکنا؛ کیونکہ لغتِ عرب، اسلامی وعربی شخصیت کا ایک بنیادی اور ناگزیر جزو ہے۔
3. تعلیمی اداروں اور اسکولوں میں عربی زبان کی تدریس کے روایتی اسالیب پر دوبارہ غور کرنا اور جدید تعلیمی ٹیکنالوجی، مثلاً کمپیوٹر، تعلیمی سافٹ ویئرز اور ڈیجیٹل وسائل سے بھرپور استفادہ کرنا۔
4. شام کی یونی ورسٹیز کے اس کامیاب تجربے سے استفادہ کرنا جس میں اعلیٰ تعلیم کے تمام مراحل کو عربی زبان میں منتقل کیا گیا؛ جس سے متاثر ہو کر دیگر عرب ممالک کی یونی ورسٹیز نے بھی اسی طرزِ عمل کو اختیار کیا۔
5. غیر ملکی زبانوں کے حصول اور ان میں مہارت کی اہمیت کو تسلیم کرنا اور انہیں مکمل نظر انداز نہ کرنا، تاہم ان کے استعمال کو ایک متوازن دائرہ کار تک محدود رکھنا تاکہ قومی ودینی زبان کی مرکزی حیثیت متاثر نہ ہو۔
6. ایسے تخصیصی اداروں کا قیام جو نسل نو کی لسانی وفکری تربیت کے ساتھ ساتھ عالمی علمی و تحقیقی کتب کے تراجم کا فریضہ انجام دیں، نیز ان اداروں کو جامعات اور اعلیٰ تحقیقاتی مراکز کے ساتھ فعال طور پر مربوط کیا جائے۔
7. عصرِ حاضر یعنی عالمگیریت (گلوبلائزیشن) کی فراہم کردہ جدید تکنیکی فضاؤں سے استفادہ کرنا، تاکہ عربی زبان کی اشاعت اور محققین کے باہمی روابط کو آسان بنانے والے سائنسی وڈیجیٹل نظام وضع کیے جاسکیں۔ عربی زبان اپنی الہامی صلاحیت اور وسعت کے بل بوتے پر اس قابل ہے کہ وہ "عصرِ عالمگیریت" کے تمام جدید تقاضوں اور درپیش چیلنجز کا مقابلہ کرسکے۔

حوالہ جات:

(1) سورة الزخرف 43: 3

(2) سورة الشعراء26: 193-195

(3) سورة الزمر39: 28

(4) حاکم، محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدویہ بن نعیم بن الحکم ،أبو عبد الله النیسابوری، المستدرک علی الصحیحین، حدیث: 6999، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت، الاولی، 1411 ھ / 1990 م، (97/4)

(5) الثعالبی، عبد الملک بن محمد بن اسماعیل، ابو منصور، فقہ اللغۃ وسر العربیۃ، المحقق: عبد الرزاق المہدی، إحیاء التراث العربی، الاولی، 1422ھ/ 2002م، ص:15

(6) سورة الحجر15: 9

(7) سورة البقرة2: 23-24

(8) سورة الإسراء17: 88

(9) الباقوری، احمد حسن، أثر القرآن الکریم فی اللغۃ العربیۃ، دار المعارف۔ مصر، 1969م، ص: 33

(10) مصطفی الرافعی، صادق بن عبد الرزاق بن سعید بن احمد بن عبد القادر، تاریخ آداب العرب، دار الکتاب العربی۔ بیروت، الثانیۃ، 1974م، (74/2)

(11) انور الجندی، اللغۃ العربیۃ بین حماتها وخصومها، مطبعۃ الرسالۃ، 1960م، ص:25

(12) عبد الجلیل عبد الرحیم، الدکتور، لغۃ القرآن الکریم، مکتبۃ الرسالۃ الحدیثۃ۔ عمان، الاولی، 1401ھ/ 1981م، ص:585

(13) کارل بروکلمان، تاريخ الأدب العربي، دار المعارف، الخامسة، (23/1)

(14) فراہی، عبد الحمید، دلائل النظام، الدائرۃ الحمیدیۃ الہندیۃ، الثانیۃ، 1991م، ص: 77

(15) الألوسی، سید محمود بن عبد الله، أبو الفضل شہاب الدین البغدادی،روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، تحقیق: علی عبد الباری عطیۃ، دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت، الأولی، 1415 ھ، (24/1)

(16) السيوطي، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين، الإتقان في علوم القرآن، المحقق: محمد أبو الفضل إبراهيم، الهيئة المصرية العامة للكتاب، 1394ھ/ 1974 م، (124/2)

---

(17) القرطبي، محمد بن أحمد بن أبي بكر الأنصاري، شمس الدين أبو عبد الله، الجامع لأحكام القرآن المعروف"تفسير القرطبي"، تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش، دار الكتب المصرية ـ القاهرة، الثانية، 1384هـ، (74/19)

(18) نور الدين عتر، الدكتور، القرآن الكريم والدراسات الأدبية، جامعة دمشق، خامسة، 1992م، ص: 359

(19) الباقورى، أثر القرآن الكريم فى اللغة العربية، ص: 49

(20) ابن كثير، إسماعيل بن عمر القرشي البصري الدمشقي، أبو الفداء، تفسير القرآن العظيم، تحقيق: سامي بن محمد سلامة، دار طيبة ـ الرياض، الثانية، 1420هـ/1999م ، (28/1)

(21) نور الدين عتر، القرآن الكريم والدراسات الأدبية، ص 361

(22) السيوطي، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين، المزهر في علوم اللغة وأنواعها، المحقق: فؤاد علي منصور، دار الكتب العلمية- بيروت، الأولى، 1418هـ/ 1998م، (168/1)

(23) العسكري، الحسن بن عبد الله بن سهل بن سعيد بن يحيى بن مهران، أبو هلال، الصناعتين، المحقق: علي محمد البجاوي ومحمد أبو الفضل إبراهيم، المكتبة العنصرية- بيروت، 1419هـ ، ص 1

(24) البيروني، أبو ريحان، الصيدنة في الطب، نشر آثار- تهران 1383م، مقدمه

المصادر والمراجع

1. القرآن الكريم
2. حاكم، محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نعيم بن الحكم ،أبو عبد الله النيسابورى، المستدرك على الصحيحين، حديث: 6999، تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية- بيروت، الاولى، 1411 هـ/ 1990 م
3. الثعالبى، عبد الملك بن محمد بن اسماعيل، أبو منصور، فقه اللغة وسر العربية، المحقق: عبد الرزاق المهدى، إحياء التراث العربى، الأولى، 1422هـ/ 2002م
4. الباقورى، احمد حسن، أثر القرآن الكريم فى اللغة العربية، دار المعارف- مصر، 1969م
5. مصطفى الرافعى، صادق بن عبد الرزاق بن سعيد بن احمد بن عبد القادر، تاريخ آداب العرب، دار الكتاب العربى- بيروت، الثانية، 1974م
6. أنور الجندى، اللغة العربية بين حماتها وخصومها، مطبعة الرسالة، 1960م
7. عبد الجليل عبد الرحيم، الدكتور، لغة القرآن الكريم، مكتبة الرسالة الحديثة- عمان، الأولى، 1401هـ/ 1981م
8. كارل بروكلمان، تاريخ الأدب العربي، دار المعارف، الخامسة
9. الفراهي، عبد الحميد، دلائل النظام، الدائرة الحميدية الهندية، الثانية، 1991م
10. الألوسى، سيد محمود بن عبد الله، أبو الفضل شهاب الدين البغدادى، روح المعانى فى تفسير القرآن العظيم والسبع المثانى، تحقيق: على عبد البارى عطية، دار الكتب العلمية- بيروت، الأولى، 1415هـ
11. السيوطي، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين، الإتقان في علوم القرآن، المحقق: محمد أبو الفضل إبراهيم، الهيئة المصرية العامة للكتاب، 1394هـ/ 1974م
12. القرطبي، محمد بن أحمد بن أبي بكر الأنصاري، شمس الدين أبو عبد الله، الجامع لأحكام القرآن المعروف"تفسير القرطبي"، تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش، دار الكتب المصرية - القاهرة، الثانية، 1384هـ
13. نور الدين عتر، الدكتور، القرآن الكريم والدراسات الأدبية، جامعة دمشق، الخامسة، 1992م
14. ابن كثير، إسماعيل بن عمر القرشي البصري الدمشقي، أبو الفداء، تفسير القرآن العظيم، تحقيق: سامي بن محمد سلامة، دار طيبة - الرياض، الثانية، 1420هـ/1999م
15. السيوطي، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين، المزهر في علوم اللغة وأنواعها، المحقق: فؤاد علي منصور، دار الكتب العلمية- بيروت، الأولى، 1418هـ/ 1998م
16. العسكري، الحسن بن عبد الله بن سهل بن سعيد بن يحيى بن مهران، أبو هلال، الصناعتين، المحقق: علي محمد البجاوي ومحمد أبو الفضل إبراهيم، المكتبة العنصرية- بيروت، 1419هـ